حق تالیف محفوظ ہے

ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ

قرآن مجید مترجم

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ

بسعی کارپردازانِ مقبول پریس دہلی طبع گردید

منشی سید ظفریاب علی جوہر سریہ پبلشر

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا

اور تم لوگوں (کی بدگوئی) سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرا کرو پس جب زید

قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ

اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کو اس غرض سے تمہاری زوجیت میں دیدیا کہ مسلمانوں

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا

کے لیے ان کی منہ بولے اولاد کی ازواج کے بارے میں جبکہ وہ اپنی حاجت پوری کر چکا کریں کوئی

قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ مَا

روک ٹوک نہ رہے اور خدا کا حکم ہو کر رہا۔ نبی کے

كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ

لیے اس بات میں جو اللہ نے واجب کر دی ہو کوئی روک نہیں ہے۔

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ

خدا تعالے کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے ایک ہی چلا آتا ہے اور خدا کا حکم ایک حد پر

قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ

اندازہ کیا ہوا ہے۔ پیغمبر ایسے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں

وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور حساب لینے کو اللہ ہی

حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

کافی ہے۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

لیکن وہ خدا کے رسول ہیں اور پیغمبروں کا خاتمہ۔ اور اللہ ہر چیز کا (پورا پورا)

ع ۵ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا

جاننے والا ہے۔ اے ایمان لانیوالو! اللہ کی یاد بہت کچھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و دوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۳

تفسیر قمی میں ہے کہ اس جگہ ازواجِ نبیؐ سے خطاب چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اہلبیتِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ پھر ازواجِ نبیؐ سے خطاب فرمایا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی۔ پھر آلِ محمدؐ سے خطاب فرمایا۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنابِ علی مرتضٰے اور جنابِ فاطمہ زہرا اور جناب امام حسن و جنابِ امام حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ واقعہ زوجۂ نبیؐ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کے گھر میں ہؤا۔ جہاں جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرالمؤمنین۔ جناب سیدہ اور جناب حسنین علیہم السلام کو بھی طلب فرما لیا تھا۔ جب یہ سب بزرگوار جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو اُن جنابؐ نے خیبری چادر اِن سب پر ڈال دی اور خود بھی اوڑھ لی۔ پھر درگاہِ خدا میں عرض کی ۔ خداوندا! یہ میرے اہلبیتؑ ہیں جن کے بارے میں تو نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ اب تو اِن سے ہر قسم کے رجس کو دُور رکھ اور اِن کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیساکہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے ۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں بھی اِن میں شریک ہو جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے اُمِّ سلمہؓ! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن تم اِن میں داخل نہیں ہو سکتیں ؎

زیدبن علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں۔ کہ بعض جاہلوں کا یہ گمان کہ یہ آیت ازواجِ نبیؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے غلط ہے۔ وہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ آیت ازواج کے بارے میں ہوتی تو خداوندِ عالم یوں ارشاد فرماتا لِیُذْھِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ وَیُطَھِّرَکُنَّ تَطْھِیْرًا۔ مؤنث کی ضمیریں اور تانیث کے صیغے ہوتے جیساکہ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ وَقَرْنَ۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ وَ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ میں ہیں۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی چیز لوگوں کی عقلوں سے دور تر نہیں ہے۔ سبب یہ کہ کسی آیت کا اوّل حصّہ تو کسی معاملہ میں ہے اور بیچ کا کسی اور معاملہ میں اور آخر کا کسی اور معاملہ میں۔ پھر حضرت نے یہ آیت اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (بطور مثال) فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا سے یہ مطلب ہے کہ تم کو جاہلیت میں پیدا ہی نہیں کیا۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ اہل البیت سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔ اور البیت سے مراد اُن کی ولایت۔ پس جو اُن کی ولایت میں داخل ہوا وہ بیت النبیؐ میں داخل ہوگیا۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کتابِ خدا اور اپنے اہلبیتؑ سے تمسّک کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے خدائے عزّوجلّ سے یہ سوال کیا تھا کہ اِن دونوں چیزوں میں اُس وقت تک جدائی نہ کرے جب تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ اور اُس نے میری یہ بات منظور فرما لی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ تم اُن کو کچھ نہ سکھاؤ اس لئے کہ وہ ہر بات کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ کبھی تم کو بابِ ہدایت سے خارج نہ کریں گے اور بابِ ضلالت میں داخل نہ کریں گے۔ (یہاں تک فرما کے) جنابِ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاموش بھی رہتے اور اپنے اہل بیتؑ کو صاف طور سے نہ بتلا دیتے تو فلاں کی اولاد اور فلاں کی اولاد اس بات کی مدعی ہو جاتی کہ آنحضرتؐ کے اہل بیت ہم ہی ہیں لیکن خدائے عزّوجلّ نے تو اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لئے آیۂ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ الخ نازل فرما دی اور آنحضرتؐ نے حضرت اُمّ المؤمنین اُمِّ سلمہؓ کے مکان میں علی و حسن و حسین و فاطمہ زہرا علیہم السّلام کو ایک کملی میں لے لیا۔ پھر یہ فرمایا کہ خداوندا ہر نبی کے اہل اور ثقل ہوتے ہیں۔ اور یہ میرے اہلبیتؑ اور میرے ثقل ہیں۔ اُس وقت حضرت اُمّ سلمہؓ سے عرض کی یا رسول اللہؐ! آیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن میرے اہل بیتؑ اور ثقل تو یہی ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں امام علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رجس سے مراد شک ہے۔ واللہ ہم اپنے پروردگار کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔ (مترجم۔ اہلبیت علیہم السّلام کو جو آنحضرتؐ نے ثقل کے لفظ سے یاد کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ثقل مسافر کے سامان و اسباب کو کہتے ہیں اور آنحضرتؐ نے یہ وصیت سفرِ آخرت کے وقت

فرمائی تو گویا اُمت پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں جو اپنا سامان تم لوگوں میں چھوڑے جاتا ہوں وہ یہ دو چیزیں ہیں۔ ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہل بیت۔ یہ حضرتؐ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے جبۂ شریف کی زیارت کرنا۔ میری نعلین کو سر پر رکھتے پھرنا یا موئے مبارک کو بوسے دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ پھر یہ سب کچھ تو کیا جاتا ہے اور نہیں کی جاتی تو اطاعتِ اہلبیتؑ اور عمل بہ تعلیم قرآن کہ یہی عمل کرنا ثقیل گزرتا ہے)۔

الخصال میں ہے کہ شوریٰ کے دن جنابِ امیر علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے اپنی حجتیں پیش کی ہیں از آنجملہ یہ بھی فرمایا کہ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر آیۂ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل فرمائی ہو؟ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی جناب رسولِ خدا نے ایک کساءِ خیبری اوڑھی اور اُس میں مجھ کو جنابِ سیدہؑ کو اور حسنؑ وحسینؑ کو لے لیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے پروردگار! میرے اہلبیتؑ یہی ہیں تو اِن سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور اِن کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ آیا میرے سوا کوئی دوسرا یہ منزلت رکھتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ "خدا کی قسم" سوائے آپ کے کوئی اور یہ منزلت نہیں رکھتا۔ اور کسی اور کے بارے میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔

الاکمال میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ خلافتِ عثمان کے زمانہ میں انصار و مہاجرین کے گروہ سے جبکہ وہ مسجد میں جمع تھا ارشاد فرمایا اَیُّھَا النَّاس! آیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزوجل نے آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا نازل فرمایا۔ پس جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور فاطمہؑ اور میرے دونوں فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو بلا کر چادر ہم سب پر ڈالدی اور درگاہِ الٰہی میں عرض کی خدایا! یہ ہیں میرے اہلبیتؑ اور میرے جسم کے ٹکڑے۔ جو چیز انہیں رنج دے گی وہ مجھے صدمہ پہنچائے گی اور جو چیز اِن کا دِل توڑیگی وہ مجھے دُکھ پہنچائیگی الٰہی! تو اِن سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور اِن کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ یہ سُنکر حضرتِ اُمِّ سلمہؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! اور میں؟ حضرتؐ نے فرمایا تم؟ تمہارا انجام تو بخیر ہوگا لیکن یہ آیت تو خاص کر میری شان میں اور میرے بھائی (میرے قوّتِ بازو علیؑ مرتضےٰ) اور میری پارۂ جگر (فاطمہؑ زہرا) اور میرے دونوں فرزندوں (حسنؑ وحسینؑ) اور میرے فرزند حسینؑ کے نو بیٹوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہمارے سوا اور کوئی اِس میں شریک نہیں۔ اِس کے جواب میں حاضرین نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ

ہم سے حضرتِ اُمِّ سلمہؓ نے یونہی بیان کیا تھا۔ پھر ہم نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آنحضرتؐ نے بھی وہی فرمایا تھا جو اُمِّ سلمہؓ نے کہا تھا۔

عللُ الشرائع میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا۔ جنابِ امیرالمؤمنین۔ جنابِ حسن مجتبےٰ۔ جنابِ حسین سیّدالشہدا اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب پروردگارِ عالم نے اپنے نبیؐ کو اُٹھا لیا تو اصحابِ تطہیر میں سے جنابِ سیّدہؑ۔ جنابِ امیرالمؤمنین پھر جنابِ حسنؑ مجتبےٰ پھر جنابِ حسینؑ سیّدالشہدا باقی تھے۔ (اب تنزیل کا نمبر تو ختم ہوگیا) پھر اِس آیت کی تاویل شروع ہوئی جیسا کہ خدا اپنی کتاب میں فرماچکا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (دیکھئے صفحہ ٦٦٦ سطر ۳) اور جنابِ علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام اِس کے مورد قرار پائے۔ پھر اِس کا حکم اُن آئمہ میں جاری ہوا جو اُن کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے وصی ہوتے رہے۔ پس اُن کی اطاعت خدائے تعالےٰ کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدائے عزّوجلّ کی نافرمانی ہے۔

(قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) پنجتن پاک یا آلِ عبا کی شان میں اِس آیت کے نازل ہونے کے متعلق خاصّہ اور عامّہ کی روایتیں اِس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصاء نہیں ہوسکتا۔ صاحبِ مجمع البیان نے عامّہ کے طریقوں سے بہت سی روایتیں درج کی ہیں جسے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ اُس تفسیر کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ٦٧٥

علی بن محمد بن جہم کہتے ہیں کہ میں ایک دن خلیفہ مامون کے دربار میں گیا وہاں جنابِ علی رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون نے کہا یا بن رسول اللہ! آپ کا یہی دعوےٰ ہے نا کہ تمام انبیاء معصوم ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! پس مامون نے اُن آیتوں کا مطلب پوچھا جو انبیاء کی شان میں نازل ہوئی ہیں جن کا ہم موقعہ موقعہ سے ذکر کرچکے ہیں۔ اور اُن کا مطلب بھی حضرتؑ کے ارشاد کے بموجب بتاچکے ہیں۔ یہاں تک کہ مامون نے عرض کی یا بن رسول اللہ! بیان فرمائیے کہ اِس آیت کا کیا مطلب ہے؟ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ (دیکھئے صفحہ ٦٧٤ سطر ۹) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا کو زید بن حارثہ سے کچھ کام تھا (وہ اُس دن حاضرِ خدمت نہ ہوئے تھے) اِس لئے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۹

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا خدا کی صلوٰۃ تو یہ ہے کہ وہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ ملائکہ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی پاکیزگی اور طہارت بیان کرتے ہیں۔ اور آدمیوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے لئے دعا کرتے ہیں اور سَلِّمُوا تَسْلِيمًا سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے اُس کا قبول کرنا لازم ہے۔ کسی صحابی نے عرض کی یا بن رسول اللہ! یہ تو فرمایئے کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ فرمایا کہو صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ صَلَوَاتُ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ اَنْبِيَآئِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ السَّلَامُ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ کسی نے عرض کی جو شخص اس طور سے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجے تو اُسے کتنا ثواب ملیگا؟ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم وہ اپنے گناہوں سے اس طرح باہر آجائیگا گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

العیون میں ہے کہ جناب غریب الغربا امام علی رضا علیہ السّلام نے دربار مامون میں ارشاد فرمایا ایہا النّاس! یہ بات تو ہمارے دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے اب آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے؟ حضرتؐ نے فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ کیوں اے گروہِ مردم! جو کچھ میں نے بیان کیا آیا تم میں کوئی شخص اس کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ سب نے جواب دیا نہیں (کسی کو اختلاف نہیں ہے) مامون بولا جو کچھ آپ نے فرمایا اُس پر تمام اُمّت کا اتفاق ہے کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا مگر آپ کسی اور آیتِ قرآنی سے جو اس آیت سے واضح تر ہو اس بات پر دلیل لایئے۔ کہ آلِ رسولؐ پر خدا نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اُن حضرتؐ نے فرمایا اے گروہِ علما! یہ تو بتاؤ کہ قولِ باری تعالےٰ يٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں یٰسٓ سے خدائے تعالےٰ نے کسے مُراد لیا ہے؟ اُن لوگوں نے عرض کیا بے شک و شبہ یٰسٓ جنابِ رسولِؐ خدا کا نام ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اسی آیت سے خدائے تعالےٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو وہ فضیلت عطا فرمائی جس کی کنہ وصف تک سوائے اُس شخص کے جو اس کو سمجھ چکا ہے اور کوئی پہنچا ہی نہیں۔ تفصیل اُس کی یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے انبیاء کے سوا اور کسی پر سلام

نہیں بھیجا۔ پس فرمایا سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ (مگر ان نبیوں کی آل پر سلام نہیں بھیجا۔ یعنی) یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ نُوْحٍ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ۔ البتہ یہ فرمایا ہے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰاسِیْنَ یعنی آلِ محمدؐ۔ یہ سُنکر مامون نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معدنِ نبوت کے سوا اور کوئی شخص قرآن کی تفسیر اور مطالب کو بیان ہی نہیں کر سکتا۔

مقدمۂ شرائع الدین میں اُنہی جناب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر مقام میں (جب کوئی آنحضرتؐ کا نام لے) اور چھینکنے کے بعد اور آندھیوں وغیرہ کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔

الخصال میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا جب تم جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو یا کوئی دوسرا تمہارے سامنے نام لے یا اذان وغیرہ میں اُن جناب کا نامِ نامی سُنو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجو۔

نیز کافی میں اُنہی جناب سے مروی ہے کہ جنابِ سردارِ دو عالم نے وفات پائی تو جوق جوق مہاجرین و انصار اور ملائکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا اُس وقت جبکہ وہ جناب صحیح وسالم تھے کہ آیتِ درود خداوند عالم نے اِس غرض سے نازل فرمائی ہے کہ لوگ میرے انتقال کے بعد بھی مجھ پر برابر درود بھیجتے رہیں۔ اسی لئے یہ جتلایا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے محمدؐ وآلِ محمدؐ پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُسی کتاب میں ایک حدیث مرفوع یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جناب موسےٰ علیہ السّلام نے اپنی مناجات میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ارشادِ باری ہوا اے فرزندِ عمران! محمدؐ پر درود بھیجو کہ میں بھی اُن پر درود بھیجتا رہتا ہوں اور میرے فرشتے بھی۔

ابو مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص ہر روز نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کے بعد زانو بدلنے اور کلام کرنے سے پہلے کہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ذُرِّيَّتِهٖ۔ تو خدائے تعالےٰ سو حاجتیں اُس کی بر لائیگا۔ ستر ۷۰ دنیا میں اور تیس ۳۰ آخرت میں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! صلوٰۃِ خدا اور صلوٰۃِ ملائکہ کے

ایک ہزار مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ اُس کے لئے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھتے ہیں۔
کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدائے فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ٥ (دیکھئے صفحہ ٦٧٦ سطر ١)

محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ میزانِ اعمال میں محمد و آلِ محمد پر درود بھیجنے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک شخص کے اعمال تولے جائیں گے اُس کا نیکیوں کا پلہ کم ہوگا تو آنحضرت اُس کے پلہ میں وہ درود رکھ دیں گے جو آنحضرت پر بھیجی تھی۔ اُسی سے وہ پلہ بھاری ہو جائیگا۔

ابان بن تغلب نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام سے اور اُنہوں نے سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جناب سید الاوصیاء امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو اُسے خوشبوئے جنت نصیب نہ ہوگی۔ حالانکہ اُس کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہوگی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم جمعہ کے دن نمازِ عصر سے فارغ ہو جاؤ تو کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدِنِ الْاَوْصِيَآءِ الْمَرْضِيِّيْنَ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ بِاَفْضَلِ بَرَكَاتِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَرْوَاحِهِمْ وَاَجْسَادِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پس جو شخص نمازِ عصر کے بعد یہ درود پڑھیگا تو خدائے عزّ و جلّ ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا اور ایک لاکھ گناہ اُس کے مٹائے گا۔ اور ایک لاکھ حاجتیں اُس کی بر لائے گا اور ایک لاکھ درجے جنّت میں اُس کے لئے بلند فرمائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ٦٧٩

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا موئے مبارک اپنے دستِ مبارک میں لے کر یہ حدیث بیان فرمائی کہ اے علیؑ! جس شخص نے تمہارے ایک بال کو بھی ایذا پہنچائی تو اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اُس نے یقیناً خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اُس پر خدا کی لعنت ہے۔

تہذیب الاحکام میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک رات

تُھمتًا فاَقَ، شمّا تبِیَناہ (دیکھو صفحہ ۶۷۹ سطر ۱۰ وصفحہ ۶۸۰ سطر ۱) بریدہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے تو خیال نہیں کہ میں نے کبھی حضور کی اذیّت کا ارادہ بھی کیا ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! تیرا گمان یہ ہے کہ جو شخص بالخصوص مجھے اذیّت دے گا وہی میرا موذی کہلائے گا۔ اے بریدہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ علیؑ بن ابی طالب مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ کو ایذا دی اُس نے یقیناً مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے یقیناً خدا کو ایذا دی اور خداوندِ عالم کے ذمّہ لازم ہے کہ اُس کو آتشِ جہنّم میں دردناک عذاب سے ایذا پہنچائے۔ اے بریدہ! کیا تو زیادہ جاننے والا ہے یا خدائے عزّوجلّ؟ کیا تیرا علم زیادہ ہے یا لوحِ محفوظ کے پڑھنے والوں کا؟ کیا تیرا علم بڑھا ہوا ہے یا ملائکہ ارحام کا؟ بریدہ نے جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ اعلم ہے اور لوحِ محفوظ کے پڑھنے والے اور ملائکۂ ارحام مجھ سے بدرجہا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! کیا تو زیادہ واقفیت رکھتا ہے یا وہ فرشتے جو علیؑ بن ابیطالب کے حافظانِ اعمال ہیں؟ بریدہ نے عرض کیا بلکہ حافظانِ اعمالِ علیؑ بن ابی طالب بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر تو کس لئے علیؑ بنِ ابیطالب کو خطاوار ٹھہراتا ہے اور کیوں اُن کو ملامت اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور کیوں اُن کے فعل میں بُرائی نکالتا ہے؟ (آگاہ ہو جا! کہ) جبرئیلِ امین نے مجھے خبر دی ہے کہ حافظانِ اعمال نے علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے لیکر اِسوقت تک اُنکی کوئی خطا نہیں لکھی اور ملک الارحام نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ علیؑ بنِ ابیطالب کی ولادت سے پہلے جبکہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ مبارک میں تھے یہ لکھدیا گیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہوگا اور جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو مجھ سے اُن فرشتوں نے جو لوحِ محفوظ پڑھتے ہیں یہ بیان کیا کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب ہر گناہ اور خطا سے معصوم و محفوظ ہیں۔ اے بریدہ! پھر تو کس لئے علیؑ کو خطاوار بتاتا ہے۔ حالانکہ پروردگارِ عالم نے اور ملائکۂ مقربین نے اُن کے صواب پر ہونے کی خبر دے دی ہے۔ اے بریدہ! تو علیؑ بنِ ابیطالب پر اعتراض نہ کیا کر۔ اور سوائے خوبی اور نیکی کے کوئی بات اُن کی شان میں نہ کہا کر کہ وہ امیرالمؤمنین اور سیّد الصالحین اور فارس المسلمین اور قائد الغرّ المحجّلین اور جنّت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ وہی قیامت کے روز (دوزخ سے) فرمائیں گے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا۔ اے بریدہ! کیا تجھے خبر نہیں کہ علیؑ ابنِ ابی طالب کا حق تم سب مسلمانوں پر یہ ہے کہ تم لوگ اُن سے بُرا برتاوا نہ کرو اور اُن سے دشمنی نہ رکھو۔ اور اپنے نفسوں کو اُن پر فضیلت نہ دو۔ افسوس! علیؑ بنِ ابیطالب کی جو قدر و منزلت خدائے تعالےٰ کے نزدیک ہے بہ نسبت اُس کے تمہارے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ (اے لوگو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں علیؑ بن ابیطالب کا مرتبہ تم سے

بیان کروں؟ سب نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور ارشاد ہو۔ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ روزِ قیامت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ایک قوم کو محشور فرمائیگا۔ جن کے گناہوں سے میزانِ اعمال مملو ہو جائے گی۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا اے میرے بندو! یہ گناہ تو تمہارے موجود ہیں نیکیاں بھی اپنی دکھاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔ وہ عرض کرینگے پروردگارا! ہم کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ہم نے کچھ نیک کام کئے بھی ہیں یا نہیں؟ اُس وقت خدائے تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ اے میرے بندو! اگر تم کو اپنی نیکیاں معلوم نہیں تو نہ ہوں مجھے تو اُن کا علم ہے اور میں اُن کا معاوضہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ پھر (بحکم خدا) ہوا چلے گی اور وہ ایک چھوٹا سا پرچہ لا کر نیکیوں کے پلّے میں ڈال دیگی۔ جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو جائیگا۔ اور گناہوں کا پلّہ اتنا بلند ہو جائے گا جتنا کہ آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں میں سے ایک سے کہا جائے گا کہ تو اپنے ماں۔ باپ بھائیوں۔ بہنوں اور خاص عزیزوں اور دوستوں کا ہاتھ پکڑلے اور اُن سب کو جنّت میں داخل کر دے۔ اہلِ محشر عرض کریں گے بار الہا! اِن کے گناہ تو ہم نے پہچان لئے۔ یہ نیکی کیا تھی؟ پردۂ غیب سے آواز آئے گی اے میرے بندو! اِن میں سے جس کسی کا قرضہ کسی برادرِ ایمانی پر ہوتا تھا تو صاحبِ قرض یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ چونکہ تو علیؑ بن ابی طالب کا دوست ہے اِس لئے میں بھی تجھ سے محبّت کرتا ہوں اِس لئے یہ قرضہ بھی تو رہنے دے اور میرے مال میں سے جتنا چاہے اور لے لے۔ پس ہم نے اُن دونوں کی یہ نیکی قبول کر لی اور اِن کے گناہ معاف کر دئے اور آج کے دن وہ نیکی ہم نے اِن کی ترازو میں رکھ دی اور اِن دونوں کے لئے مع اُن کے والدین کے جنّت واجب کر دی۔ پھر ارشاد ہوا اے بریدہ! جو لوگ دشمنی علیؑ ابن ابیطالب کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اُن کی تعداد اُن کنکریوں سے بھی زیادہ ہوگی جو جمرات پر ماری جاتی ہیں۔ اے بریدہ! تو ہمیشہ خوف رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنانِ علیؑ میں تیرا بھی شمار ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۸۲

تفسیر قمّی میں ہے کہ اِس آیت میں امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور دلیل اِس دعوے پر کہ امانت سے امامت مراد ہے یہ آیت ہے کہ خدا نے آئمہ علیہم السّلام کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۲) اِس آیت میں امانت سے مراد امامت ہے۔ پس یہ امانت یعنی امامت تمام آسمانوں پر اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اِن سب نے اُس کے بار

سے انکار کیا اور خوف زدہ ہو گئے کہ امامت کے دعوے دار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کر لیں لیکن میاں اول نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تاؤ اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اوپر لاد لیا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہ ہو اور دعوے کرے وہ نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اعلےٰ اور اعظم تھی۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنہوں نے اِس امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابوبکر) جاہل تھے اور باوجود اِس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرت فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اِس امانت کے تحمل سے انکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنے کا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لئے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگانے والے کو اپنے پاس سے کپڑا دے دے؟ حضرت نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ پھر حضرت نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہے اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

اقولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن

سے انکار کیا اور خوف زدہ ہو گئے کہ امامت کے دعوے دار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کر لیں لیکن میاں اول نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تاؤ اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اُوپر لاد لیا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہ ہو اور دعوے کرے وہ نقصان اُٹھائے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی۔ پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اعلےٰ اور اعظم تھی۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اِس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل۔ عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنہوں نے اِس امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابوبکر) جاہل تھے اور باوجود اِس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرتؑ فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اِس امانت کے تحمل سے اِنکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنے کا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لئے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگانے والے کو اپنے پاس سے کپڑا دے دے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہے اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

اقول (صاحبِ تفسیرِ صافی) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن

میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانیٔ کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لئے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اِس آیت میں امانت سے مراد عباداتِ خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کی جائے اور تقربِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کماحقہٗ بجا لائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہ ہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کر دیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لئے دعوےٰ نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اِس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُن کی استعداد کی طرف نظر (امتحان) فرمائی اور اشیاءِ مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحمّلِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمّل ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبّر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں ادا کرنے کی قوت وطاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم و جہول ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے۔ (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) اور اس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لئے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہوگی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہو جائے گا۔

علّامہ ابنِ شہر آشوب نے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت محمدؓ حنفیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے قول باری تعالےٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دِکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اِس امانت کو ثواب و عذاب کے ساتھ ہم پر بار نہ کر۔ البتہ بغیر ثواب وعقاب کے ہم متحمّل ہو سکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت و ولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلّو اور عنقا ہے پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلّو کے سارے پرندے دشمن ہو گئے۔

میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانیٔ کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لئے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اِس آیت میں امانت سے مراد عباداتِ خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کی جائے اور تقربِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کماحقہ بجا لائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہ ہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کردیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لئے دعوے نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اِس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُن کی استعداد کی طرف نظر (امتحان) فرمائی اور اشیاءِ مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحمّلِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمّل ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبّر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں ادا کرنے کی قوت وطاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم وجہول ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے۔ (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) اور اس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لئے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہوگی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہو جائے گا۔

علّامہ ابنِ شہر آشوب نے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت محمدؓ حنفیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے قول باری تعالےٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دِکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اِس امانت کو ثواب وعذاب کے ساتھ ہم پر بار نہ کر۔ البتہ بغیر ثواب وعقاب کے ہم متحمّل ہوسکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت وولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلّو اور عنقا ہے پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلّو کے سارے پرندے دشمن ہو گئے۔